رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶ ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ رتاریخ کو قادیان سے نکلتا ہے رجسٹرڈ ۲۲۹

3P PIES

بخدمت مبارک پیشوائی طباعت ۔ ۔ ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دشمن ناتواں کو نہیں ہو سکتا۔ وہ اس کو سرسری بات سمجھ کر بول اٹھتا ہے۔ کہ ریل کا آنا کون سی بڑی بات ہے۔ سینکڑوں جگہ ریل جاری ہو گئی۔ اور قادیان سے بہت پہلے جاری ہوئی۔ اب اگر قادیان بھی ریل آ گئی۔ تو کون سا خدائی نشان ظاہر ہوا۔ مگر کاش کہ اُن کو بصیرت ہوتی۔ تو پتہ لگ جاتا۔ کہ سب جگہ ریلوے لائن کا تیار ہو جانا معمولی بات ہے۔ لیکن قادیان میں ریل کا آنا۔ اور آ کر یہیں تک رُک جانا اور آناً فاناً میں سڑک بنکر جلسہ سالانہ پر ریل کا مہمانوں جلسہ کی خدمت بجالانا ایک عظیم الشان نشان ہے۔ جس کے لئے صحیح الدماغ اور قائم الحواس اور مومن باللہ انسان کی ضرورت ہے۔ نہ کہ کاذب متقی اور فاسق مولوی اور کافر صوفی کی۔ جو کان رکھتے ہیں مگر سنتے نہیں۔ آنکھیں رکھتے ہیں۔ مگر دیکھتے نہیں۔ دل رکھتے ہیں۔ مگر سمجھتے نہیں۔ بہرحال قادیان میں ریل کا آنا ایک نعمت الٰہی ہے۔ جو باحذ کے لئے ایک نشان ہے۔ مگر غافل کے لئے معمولی بات۔

جلسہ کا پہلا دن

ہر سال جلسہ کا پروگرام دو تین مرتبہ اخبارات میں پھر علیحدہ چھپوا کر شائع و تقسیم کیا جاتا ہے۔ اور امسال بھی ایسا ہی ہوا۔ لیکن جس قدر بے ترتیبی اس سال کے پروگرام کی تعمیل میں ہوئی۔ گذشتہ سالوں میں ایسی کبھی نہ ہوئی تھی۔ ہر روز کا پروگرام بدلتا رہا۔ لیکچراروں کی کوئی تقریر بھی پروگرام کے مطابق نہ ہوئی۔ جیسا کہ پہلے دن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی افتتاحی تقریر کے بعد حسب پروگرام مجلس استقبالیہ کا خطبہ جناب میر محمد اسحٰق صاحب ناظر ضیافت نے سنانا تھا جس کی اطلاع اشاعت پروگرام سے بہت پہلے میر صاحب کو باضابطہ دی جا چکی تھی۔ کہ ۱۰½ سے ۱۱ بجے تک انہوں نے خطبہ پڑھنا ہے۔ مگر وہ وقت پر بلکہ وقت سے بعد بھی تشریف نہ لائے۔ لہذا یہ خطبہ تو پیش ہی نہ ہو سکا۔ اور چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب بیرسٹر لاہور و ممبر لیجسلیٹو کونسل پنجاب کو اپنا لیکچر دینا پڑا۔ جو ایک گھنٹہ کا تھا۔ ان کے بعد پھر آدھے گھنٹہ کا برائے نام لیکچر میر محمد اسحٰق صاحب کے ذمہ تھا۔ جس کو بھی میر صاحب نے خطبہ استقبالیہ کی طرح عدم تشریف آوری سے گذار دیا۔ آپ کے بعد صرف آدھے گھنٹے کا لیکچر مولوی عبدالرحیم صاحب درد سابق مبلغ انگلستان کے سپرد تھا۔ جس کو درد صاحب نے پر درد لہجہ میں اپنے گرد و پیش والے حاضرین کے گوش سمع تک جس طرح بھی بن پڑا پہنچایا۔ اور پہلا اجلاس ختم ہوا۔ اس اجلاس میں سوائے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی افتتاحی تقریر اور چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کے کوئی لیکچر مطابق پروگرام نہیں ہوا

دوسرا اجلاس

ڈھائی بجے بعد نماز ظہر منعقد ہوا۔ اس میں ڈیڑھ گھنٹہ کا پہلا لیکچر مکرمی شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کا تھا مگر مصری صاحب پروگرام شائع ہونے سے قبل بعارضہ ٹھانسی و نزلہ مبتلا رہے تھے۔ اور ان کا گلا کام نہ دیتا تھا۔ جس کی اطلاع شیخ صاحب نے پہلے سے دیدی تھی۔ مگر پھر بھی ان کا نام پروگرام میں درج کر دیا۔ آخر نتیجہ یہ ہوا۔ کہ شیخ صاحب اپنے وقت پر لیکچر دینے کے واسطے تیار نہ ہو سکے۔ اور ان کی بجائے مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری مولوی فاضل نے تقریر کی۔ جس کو سامعین نے نہایت دلچسپی سے سنا۔ اور بہت محظوظ ہوئے۔ آپ کے بعد رپورٹ صیغہ جات صدر انجمن کے لئے ایک گھنٹہ مقرر تھا۔ جس کو ناظر صاحب اعلیٰ نے حاضرین کی قلیل تعداد کو سنا کر اور ریلوے حکام کے شکریہ کا ایک ریزولیوشن پیش کر کے جو باتفاق رائے منظور ہوا۔ پہلے دن کا جلسہ ختم کیا۔

دوسرے دن کا اجلاس

۲۷ دسمبر کو پہلا لیکچر چوہدری فتح محمد صاحب سیال کا تھا۔ کہ ۹ بجے صبح کے چوہدری صاحب کی طرف سے ناظر صاحب اعلیٰ کو اطلاع موصول ہوئی۔ کہ چوہدری صاحب کے گھر میں بچہ پیدا ہونیوالا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ لیکچر دینے کیلئے جلسہ گاہ میں نہیں آ سکتے۔ مجبوراً ان کی بجائے انوم شیخ یعقوب علی صاحب تراب ایڈیٹر الحکم کھڑے ہوئے شیخ صاحب نے بلا تیاری فوری طور پر چوہدری صاحب کا مضمون "سیرۃ مسیح موعود" بیان کر کے سامعین کو بہرہ ور فرمایا۔ اور خوب پسندیدگی ہوئی۔ مضمون کو عمدگی سے نبھایا۔

اس لیکچر کے بعد آدھا گھنٹہ "تعلیم و تربیت اولاد" پر تقریر کرنے کے لئے بحر العلوم مخدومی مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ کے لئے مقرر تھا جس کو سید صاحب نے مضمون کا پوری طاقت سے گلا دبا کر آدھے گھنٹہ میں ختم کر دیا۔ اس لیکچر کے بعد پروگرام میں محترم مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کا لیکچر تھا۔ مگر ان سے قبل مولوی عبدالسلام صاحب غلف اکبر حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کو آدھا گھنٹہ دیا گیا۔ جس میں انہوں نے فوری مضمون پر تقریر کی۔ جو دلچسپ تھی۔ ان کے بعد ناظر صاحب اعلیٰ نے شراب نوشی کے خلاف ایک ریزولیوشن پیش کیا۔ جو باتفاق رائے پاس ہو گیا۔ یہ سب کارروائی پروگرام سے زائد تھی۔ اب جناب مولوی صاحب راجیکی کھڑے ہوئے۔ جنہوں نے "نبوت حضرت مسیح موعود اور غیر مبایعین" پر اپنا فاضلانہ اور مدلل لیکچر دیا۔ جس کو حاضرین نے بے حد مسرت اور اشتیاق سے سنا۔ اور استفادہ حاصل کیا۔ اور اس پر ہی پہلا اجلاس ختم ہوا۔

دوسرا اجلاس

نماز ظہر و عصر جمع کرنیکے بعد حضرت اولوالعزم خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کی تقریر کا وقت تھا۔ مگر حضور کی طبیعت ایام جلسہ سے قبل ہی علیل تھی۔ جس سے ضعف و کمزوری بہت بڑھ گئی تھی۔ اور ڈاکٹروں نے نہایت ادب سے درخواست کی تھی۔ کہ حضور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ تقریر فرمائیں۔ لیکن مہمانوں کے شوق و اخلاص و تڑپ کو محسوس کر کے حضور نے دو گھنٹہ سے بھی زیادہ تقریر فرمائی۔ جس میں جماعت کی تمدنی ترقی کے ذرائع بتائے۔ اور مولوی محمد علی صاحب امیر پیغام کے مقابلہ میں تفسیر قرآن لکھنے کے چیلنج کو دوہرایا۔ نیز

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فرمایا۔ کہ امیر پیغام نے چودہ سال میں جتنے احمدی بنائے ہیں۔ ان کا مقابلہ میرے ہاتھ پر ایک سال میں احمدی ہونے والوں سے کرلیں۔ ایسا ہی جس قدر میرے ہاتھ پر غیر مسلم تائب ہو کر مسلمان بنے ہیں۔ انکے مقابلہ میں مولوی صاحب اپنے مسلمان بنائے ہوئے غیر مسلموں کا اندازہ کر دیکھیں۔ غرض حضور نے شام تک تقریر فرمائی۔ سردی بڑھ رہی تھی۔ ڈاکٹروں نے عرض کیا۔ کہ اب حضور تقریر ختم کر دیں۔ ایسا نہ ہو طبیعت پر سردی کا ناگوار اثر پڑے۔ تب حضور نے تقریر ختم کی۔ اور آج کا جلسہ اختتام کو پہنچا۔

جلسہ کا تیسرا دن،

۲۸ر دسمبر جلسہ کا آخری دن تھا۔ جس کے لئے ۲۸ر کی رات سے ہی سرد ہوا نہایت تیزی سے چلنے لگی۔ اور صبح کو تمام آسمان پر موٹے موٹے بادل چھا گئے۔ جلسہ گاہ کھلے میدان میں تھی۔ سٹیج پر جو شامیانہ لگا ہوا تھا۔ وہ بھی تندی ہوا سے گر گیا۔ لیکن کارروائی جلسہ جاری رکھنے کے لئے کارکنان جلسہ گاہ میں پہنچ گئے۔ لوگ بھی جمع ہونے لگے۔ اور اجلاس شروع ہوا۔ اس اجلاس میں پہلا لیکچر خاکسار ایڈیٹر فاروق کا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے میں بھی ۲۷ کی صبح سے ہی یک لخت انفلوانزا کی جھپیٹ میں آگیا۔ اور میرا گلا نزلہ کی شدت سے بالکل بولنے کے قابل نہ رہا۔ بارے الحمد للہ کہ میں نے ۲۷ر کی صبح کو ہی ناظر صاحب کو اپنی بیماری کی اطلاع دیدی تھی۔ اور خود انہوں نے بھی مجھے بچشم خود دیکھ لیا۔ کہ واقعی لیکچر دینے کے قابل نہیں ہوں۔ بنا بریں میری جگہ بھی جالندھری فاضل کو کھڑا کیا۔ ابھی انہوں نے تمہید بھی ختم نہ کی تھی۔ کہ بارش شروع ہو گئی۔ جس کے ساتھ تیزی ہوا بھی تھی۔ لوگ بادوباران کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اور دوڑ بھاگ کر جلسہ گاہ کے متصل ہائی سکول اور بورڈنگ اور مسجد نور میں جا داخل ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد بارش نے دم لیا۔ تو لوگ پھر جلسہ گاہ کی طرف پہنچے۔ اور ۱۲ بجے کے قریب دوبارہ جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ اور دوسرا لیکچر انوم مولوی عبدالرحیم صاحب نیر سابق مبلغ افریقہ لنڈن کا ہوا۔ جو ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر تھا۔ نیر صاحب نے نہایت دلکش طرز اور متاثر کرنے والے طریق سے اپنا مضمون ادا کیا۔ سامعین وجد کرتے تھے۔ دلوں پر اثر ہو رہا تھا۔ کہ وقت پورا ہو گیا۔ اور پہلا اجلاس ختم۔

---

۲۸ کو جمعہ تھا۔ بارش کا خطرہ سر د ہوا کے تھپیڑے ایک جگہ چین نہیں لینے دیتے تھے۔ جمعہ کے لئے احباب مسجد نور اور جلسہ گاہ میں جمع ہوئے۔ تو بارش کا زبردست ریلا آیا۔ جس سے سب لوگ منتشر ہو گئے قریب ایک گھنٹہ کے بارش کی حکومت رہی۔ اور پھر ختم ہو گئی۔ نماز جمعہ پڑھی گئی۔ اور اعلان ہوا۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی دعا کر کے جلسہ ختم کرنے کو تشریف لا رہے ہیں۔ اس اعلان کا ہونا تھا۔ کہ تمام لوگ جلسہ گاہ کی طرف دوڑے۔ اور چند منٹوں میں تمام جلسہ گاہ بھر گئی۔ اور حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ قریباً ساڑھے چار بجے جلسہ گاہ میں تشریف لائے۔ حضور کی آمد پر تمام حاضرین نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ خدا کے فضل سے اس وقت بارش بھی بند ہو گئی تھی۔ ہوا بھی تھک کر آرام کر رہی تھی۔ اس لئے حضور نے دعا کرنے سے قبل مختصر تقریر فرمانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اور اس علمی مضمون سے کچھ نمونہ کے طور پر جو حضور نے اس جلسہ میں بیان فرمایا تھا دو تین نوٹ بیان فرمائے۔ جن کو سن کر سامعین کی تمام کوفت ہوا و بارش کی اور پروگرام کے خلاف لیکچروں سے جو بددلی پیدا ہو رہی تھی سب مٹ گئی۔ اور یہ خاص خدا کا فضل تھا۔ کہ حضور نے اپنے خدام کے جذبات کو خوب محسوس کر لیا۔ اور اپنی صحت اور تکلیف کو قربان کر کے اپنے مہمانوں کی روحانی دعوت جس کی غرض سے وہ سب آتے ہیں۔ فرما کر سب کو سیر کر دیا۔ ورنہ امسال جلسہ پر آنے والے سب دوست بہت ہی بددل اور آشفتہ خاطر ہو رہے تھے۔ اور ان کو کوئی سامان خوش کن نہیں نظر آتا تھا۔ یہ خدا کا ہی فضل ہوا۔ کہ سترہ ہزار کا مجمع اس آخری دعوت سے جو ان کے روحانی پیشوا نے ان کو کھلائی شکم سیر ہو گیا۔ اور امسال کا جلسہ جن حالات کے ماتحت گذرا۔ اس کے متعلق چند ایسے امور بھی انشاء اللہ میں پیش کرتا ہوں۔ جو بظاہر تو تلخ ہیں مگر آنولہ کی سی تاثیر رکھنے والے۔

انتظامات جلسہ

یہ امر مسلّم ہے۔ کہ ریل کے آنے سے امسال مہمانوں کی تعداد گذشتہ تمام سالوں سے بہت زیادہ تھی۔ احمدیوں کے علاوہ غیر احمدی اور غیر مسلم اصحاب بھی کافی تعداد میں تشریف لائے۔ لیکن سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی علالت اور بادوباران کی آمد اور پروگرام کی بے ترتیبی سے جتنی پریشانی اور اولاسی اس دفعہ سب کو ہوئی وہ ناقابل بیان ہے۔ سالانہ جلسہ پر جو لوگ تشریف لاتے ہیں۔ وہ اس کو میلہ سمجھ کر نہیں آتے۔ ان کی سب سے بڑی تمنا اپنے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کی زیارت سے مشرف ہونا اور حضور کی گناہ سوز اور مسرت افروز تقریروں کا سننا ہوتی ہے۔ اس کے ضمن میں ہی وہ سلسلہ کے بزرگان کی علمی تقریروں سے بھی مستفید ہو کر اپنی روحانی غذا حاصل کر جاتے ہیں۔ جو سال بھر تک ان کو کافی ہوتی ہے۔ احمدیوں سے علاوہ جو غیر احمدی اور غیر مسلم حضرات آتے ہیں۔ ان میں سے بعض تو صداقت کی پیاس بجھانے اور حقیقت احمدیت معلوم کرنے کی نیت سے سفر کی تکلیف برداشت کرتے ہیں۔ اور بعض اس شہرت کا اندازہ کرنے آتے ہیں۔ جو ان کو احمدیوں کی زبانی یا دیگر ذرائع سے نظام سلسلہ کے متعلق سننے کا موقعہ ملا ہوتا ہے۔ جس کو سن کر ان کے دل میں تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ کہ خود چل کر یہ سب کچھ دیکھیں۔ ایسے اصحاب ذرا ذرا سی باتوں پر برافروختہ ہوتے۔ اور نزدیک آکر دور ہو جاتے ہیں۔ اور ان کا آنا ان کے لئے بجائے ہدایت کے ضلالت کا موجب بن جاتا ہے۔ اور وہ ان احمدی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دوستوں کو (جن کی تحریک سے وہ آتے ہیں یا جو احمدی ان کو اپنے ساتھ لاتے ہیں۔) طعن و تشنیع کرتے اور اور ان کے لئے بھی بد دلی کا ذریعہ ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کی نظر نکتہ چینی پر ہوتی ہے۔ وہ اس کا مطلق اندازہ ہی نہیں کر سکتے۔ کہ اتنے عظیم الشان اجتماع کی مہمان داری کس قدر مشکل کام ہے۔ خدا رحم کرے ہمارے حال پر اور ان کے مآل پر ؛

اس سالانہ اجتماع کے موقعہ پر جبکہ قریب سترہ اٹھارہ ہزار کے مختلف طبائع مختلف خیال مختلف تمدن۔ مختلف مزاج۔ مختلف دیار و امصار کے لوگ ایک چھوٹے سے مقام میں (جو نہ تو بڑے شہروں میں سے ہے اور نہ ہی قصبوں میں) جمع ہوں۔ جن کے قیام و طعام کا سب انتظام ایک چھوٹی سی جماعت نے کرنا ہو۔ بہت ممکن ہے۔ کہ میزبانوں سے بعض کو تامل بھی ہو جائیں۔ اور ہر ایک کے مزاج و طبیعت و حیثیت کے مطابق ان کی تواضع و خدمت نہ ہو سکے سلسلہ احمدیہ کوئی سلطنت نہیں۔ جہاں ہر قسم کے سامان راحت و آسائش موجود ہوں۔ یہ ایک غریب جماعت ہے۔ جس نے پیسہ پیسہ جمع کر کے یہ سب کام انجام دینے ہوتے ہیں۔ اس لئے ان حالات میں ہر ایک تکلیف کو خدا کے راہ میں برداشت کر کے ہر نقص کو نظر انداز کرنا چاہیئے۔ اور میزبانوں کی کمزوریوں پر جو بشریت کے لازم حال ہیں وسیع القلبی اور عالی حوصلگی سے مطلق خیال بھی نہ آنا چاہیئے۔ البتہ بعض امور ایسے ہیں۔ جن کی اصلاح ممکن ہے۔ اور تھوڑی سی توجہ سے ان امور کے متعلق شکایات رفع ہو سکتی ہیں۔ وہ امور کھانا پکانے اور تقسیم کھانے اور پروگرام مرتب کرنے کے ہیں۔ جن کے متعلق امسال بہت شکایت پیدا ہوئی۔ اور وہ شکایت ایک حد تک بالکل سچی اور درست تھی۔

کھانے کے متعلق یہ شکایت رہی۔ کہ سالن نہایت خراب پکتا رہا۔ اندرون قصبہ کا سالن اس قابل نہ ہوتا تھا۔ کہ کھایا جائے۔ اور یہی حال بیرون قصبہ تھا۔ یہ شکایت بے تکلف سنی جاتی رہی اور دیکھنے سے بھی ثابت ہوا۔ کہ اس سالن سے دال جو پکتی تھی بدرجہا بہتر ہوتی تھی۔ جس کے ساتھ روٹی کھائی جاتی تھی۔ مگر سالن حقیقۃً ایسا ہی ہوتا جس کا مزا نمک ڈالے ہوئے پانی جیسا اور صورت اس کی ناقابل دید ہوتی۔ چنانچہ بعض مہمان سالن مطلق نہ کھاتے تھے۔ وہ بازار سے کچھ خرید کر پیٹ بھر لیتے یا صبح کو دال کے انتظار میں رات کو کھانا نہ کھاتے۔ کہ دال آئیگی تو کھالیں گے۔ مجھ سے جب مہمانوں نے یہ شکایت کی۔ کہ اس دفعہ سالن بے انتہا خراب ہوتا ہے۔ تو میں نے شہر سے بھی دو وقت دو تین مہمانوں کے لئے کھانا منگایا۔ تو واقعی وہ سالن کسی بھلے آدمی کے کھانے کا نہ ہوتا تھا۔ ایسا ہی ابنالہ کے مہمانوں نے باہر کے سالن کی شکایت کی۔ اور کہا کہ ہم نے دو روز سے مطلق کھانا نہیں کھایا۔ سالن پانی جیسا بدذائقہ ہے۔ کھایا ہی نہیں جاتا۔ یہ سب محض لاپروائی اور عدم توجہی سے ہوتا تھا۔ اس بات کا مطلق خیال نہیں کیا جاتا۔ کہ جس کھانے پر اچھی لاگت صرف آتی ہے۔ گھی مصالحہ وغیرہ پورے اندازہ کا دیا جاتا ہے۔ وہ کیوں عمدہ نہیں پکتا۔ صرف اتنی توجہ ہوتی ہے۔ کہ جھٹ پٹ دیگیں پک کر اترتی جائیں۔ اور اطلاع ملتی رہے۔ کہ اب دس دیگ تیار ہو گئی ہے۔ اب پندرہ تک ہیں۔ پھر اگر ان کو کھول کر دیکھا جائے۔ تو اوپر بہت گھی نظر آتا ہے۔ گرم مصالحہ کی یک لخت دماغ میں خوشبو آتی ہے۔ جس سے سمجھتے ہیں۔ کہ اچھا سالن پکا ہے۔ حالانکہ وہ اوپر والا حصہ جب تقسیم ہونے لگتا ہے اس بے قاعدگی سے تقسیم کیا جاتا ہے۔ کہ دو چار لٹیوں کے نکلنے پر نیچے نہایت بدرنگ پانی رہ جاتا ہے۔ اور یہ پھر جس کو دیا جاتا ہے۔ وہ اس کی صورت دیکھ کر ہی سیر ہو جاتا ہے۔ نہ اس میں مصالحہ ہی نظر آتا ہے نہ چکنائی دیکھ پڑتی ہے۔ البتہ بخی نما ماء اللحم اور نری شلجم کی ترکاری ضرورت سے زیادہ ہوتی ہے۔ ایسے سالن کو دیکھ کر ہی لوگوں کو پرہیزی نام والے کھانے کی مانگ ہوتی ہے۔ جو اس قدر تعداد میں دیا جاتا ہے۔ کہ گویا جلسہ میں مہمانوں کا ایک کثیر حصہ بیمار ہے۔ چنانچہ اندرون قصبہ سولہ سو مہمان پرہیزی کھانا کھانے والے ایک ایک وقت موجود تھے۔ اور بیرون قصبہ بھی بہت کافی تعداد تھی۔ اس سالن سے دال بہت اچھی ہوتی تھی۔ جسمیں اوپر نیچے کا حصہ یکساں ہوتا ہے۔ نہ کسی کو یہ شکایت کہ مجھے نرا لچھٹ ملا ہے۔ نہ یہ کہ اس میں مصالحہ وغیرہ کا نام نہیں۔ اور شلجم بغیر گلے بہت ڈالے گئے ہیں۔ اس لئے اس گوشت سے اگر دال ماش ہی پکائی جائے۔ تو بہت بہتر ہے۔ یا اس کی پختگی اور تقسیم کا ایسا انتظام کیا جائے۔ کہ سب کو یکساں صورت و سیرت کا سالن ملے۔ کہ مصالحہ و روغن نیچے سے اوپر تک حصہ رسدی پہنچے۔ ورنہ یہ شکایت بڑھتی جائیگی۔ اور لوگوں کو بددل کریگی ؛

جن مکانات میں منتظمین جلسہ مہمانوں کو ٹھہراتے ہیں۔ وہ مکان مہمانوں کے آنے سے پہلے ہی قبضہ میں کر لیتے ہیں۔ اور مکانوں کی صفائی نہایت ضروری ہے۔ مگر تعجب ہے۔ کہ بورڈنگ مدرسہ احمدیہ کے بعض کمرے اس قدر میلے تھے۔ کہ مہمان اس میں داخل ہوتے ہی جھنجلائے۔ خصوصاً وہ کمرہ جس میں شاہجہانپور وغیرہ کی جماعت ٹھہری تھی۔ اس کے اوپر چھت اور کونوں اور کھڑکیوں میں اس قدر جالے لٹک رہے تھے۔ کہ ان احمدی مہمانوں کے ساتھ جو چند غیر احمدی مہمان آئے تھے۔ وہ معترض ہوئے۔ کہ کیا کارکنان جلسہ نے مہمانوں کے قیام گاہوں کو ایک نظر دیکھا ہی نہیں کہ اس قدر جالوں سے بھرا ہوا مکان ٹھہرانے کیواسطے منتخب کیا ہے۔ چنانچہ اس کے جائے خود مہمانوں نے اپنی ہمت اور کوشش سے اتروائے۔ ایسا ہی بعض ہندوؤں سے جو مکان لئے تھے۔ ان میں سنڈاس اور گندگی کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ جو غالباً چھ ماہ سے کسی خاکروب کو اٹھانے کا موقعہ نہیں ملا تھا۔

(بقیہ در صفحہ ۵ کالم ۳)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دیانندی مشن کو
آریہ سماج نے آخر مار لیا

ایک زمانہ تھا جب دانشمندان ہندوستان نے اور اہل الرائے مسلمانوں نے خصوصاً یہ آواز اٹھائی۔ کہ "آریہ سماج" کوئی مذہبی تحریک نہیں ہے۔ یہ ایک پولٹیکل باڈی ہے۔ جس کے ثبوت میں بانی سماج سوامی دیانند مہاراج کی "ستیارتھ پرکاش" کے سیاسی باب کو پیش کیا جاتا۔ تو آریہ سماج سینہ پاہو کر کانوں پر ہاتھ رکھ لیا کرتے تھے۔ کہ رام رام آریہ سماج کو پولٹیکل معاملات سے کیا واسطہ۔ یہ تو خالص مذہبی جماعت ہے۔ جس کا کام لوگوں کو دھرم کی تعلیم اور مذہب کی پابندی کرانا ہے۔ مگر یہ اس وقت کی باتیں ہیں۔ جبکہ آریہ سماج اپنے آپ کو کمزور دیکھتی تھی۔ اور اپنے گورو کی اُس تعلیم پر گامزن تھی۔ جو ستیارتھ پرکاش میں ایسے وقت کے لئے دی گئی ہے۔ کہ

(۱) "موقع شناسی کر کے خاموش رہنا۔ جب اپنا اقبال ترقی پر ہو تب دشمن پر حملہ کرنا" (باب ۶ دفعہ ۱۸)

(۲) "کبھی کبھی دشمن کو مغلوب کرنے کی غرض سے اُن کے سامنے سے چھپ جانا واجب ہے۔ کیونکہ جس ڈھنگ سے دشمن کو مغلوب کر سکیں۔ ویسے ہی کام کرنے چاہئیں۔ جیسا شیر غضبناک ہو کر سامنے آتا ہے۔ اور شعلہ زن ہتھیاروں سے فوراً ہلاک ہو جاتا ہے۔ ویسی بیوقوفی کر کے نیست و نابود نہ ہو جائیں" (دفعہ ۲۹)

(۳) "جیسے بگلا تصور باندھے ہوئے مچھلی کے پکڑنے کو تاکتا رہتا ہے۔ ویسے ضروریات کی فراہمی کے لئے غور کیا کرے۔ طاقت کو بڑھا کر دشمن کے فتح کرنے کے لئے شیر کے مانند طاقت کو کام میں لانے اور چیتے کے مانند چھپٹ کر دشمن کو پکڑے نزدیک آئے ہوئے طاقتور دشمن سے خرگوش کے مانند دور بھاگ جاوے۔ اور بعد ازاں ان کو دھوکہ میں ڈال کر پکڑے"

(دفعہ ۳۵)

(۴) "جب یہ معلوم ہو جائے۔ کہ فوراً لڑائی کرنے سے کسی قدر تکلیف پہنچے گی۔ اور بعد میں کرنے سے اپنی بہتری اور فتح ہوگی۔ تب دشمن سے میل کر کے وقت مناسب تک صبر کرے"

(دفعہ ۴۷)

بوجہ اپنی کمزوری کے اپنے سوامی کی ان ہدایات پر کاربند ہو کر آریہ سماج پہلے زمانہ میں پولٹیکل باڈی ہونے سے انکار کر کے مذہبی جماعت ہونیکا فریب دیا کرتی تھی۔ چنانچہ لاہور کے آریہ اخبار پرکاش کا اڈیٹر یہ مانتا ہے۔ کہ:-

"پہلے ۱۹۰۷ء میں جبکہ لالہ لاجپت رائے کو مانڈلے جیل میں جلاوطن کیا گیا۔ اس وقت میرے ہاتھ میں صرف "پرکاش" تھا۔ اسوقت یہ کہنا کہ ہمارا کسی طرح بھی پالٹیکس سے تعلق ہے۔ اپنے تئیں خطرہ میں ڈالنا تھا"

(پرکاش ۱۶ دسمبر ۱۹۲۸ء صفحہ ۵)

اس کا صاف اور صریح یہ مطلب ہے۔ کہ آریہ سماج ۱۹۰۷ء میں چونکہ کمزور تھی۔ اس لئے اگر وہ اسوقت پولٹیکل باڈی ہونے سے انکار نہ کرتی تو خطرہ میں پڑتی۔ اس لئے بموجب ہدایت سوامی دیانند مندرجہ بالا نمبر ۱ و ۲ و ۴ خاموش رہنا اور چھپ جانا اور وقت مناسب تک صبر کرنا ہی مناسب تھا۔ لیکن جب دوبارہ زبردست پولٹیکل لہر ۱۹۱۹ء اور اس کے بعد آیا۔ جس میں مہاتما گاندھی جی میدان کارزار میں لنگوٹ باندھکر نکلے۔ تو اس وقت پہلے زمانہ کی طرح لوگ خوف زدہ نہ تھے۔ لیکن وہ وقت بھی

"آریہ سماج کے لئے نہایت نازک تھا۔ پولٹیکل لہر ایسی زبردست تھی۔ کہ اندیشہ تھا۔ کہ کہیں آریہ سماج کو بہانہ نہ لے جائے۔ اس وقت "پرتاپ" بھی جاری ہو چکا تھا۔ لیکن باوجود ایک پولٹیکل روزانہ (آریہ اخبار پرتاپ) کا اڈیٹر ہونیکے میں نے اس کوشش کے خلاف جو آریہ سماج کو ایک پولٹیکل سوسائٹی بنانے کے لئے ہو رہی تھی لگاتار آواز اٹھائی" (پرکاش مذکور)

یہاں تک تو سٹرکشن آریہ اڈیٹر اخبار پرکاش و پرتاپ نے آریہ سماج کی کمزوری کو جان کر سوامی دیانند جی کی ہدایات کے ماتحت اپنے خیالی دشمن کے سامنے جانے سے ہلاکت کا اندیشہ سمجھ کر چیتے کے مانند چھپ کر اور خرگوش کے مانند بھاگ کر وقت گذارا۔ اور بگلا بھگت بنکر مچھلی کے پکڑنے کی تاک میں اور طاقت کو بڑھانے کی فکر میں لگا رہا۔ اور جبکہ اس کو اپنی طاقت کا اندازہ ہو گیا ہے۔ کہ اب اقبال ترقی پر ہے۔ تب وہ یہ کہنے لگا ہے۔ کہ "آریہ سماج" "ہر ایک میدان میں اپنا اثر دکھائے۔ تمام سرگرمیوں پر قابض ہو جائے۔ تمام کاموں کو آریہ سماج کے طریق پر لائے۔ پولٹیکل لہر سب سے زبردست لہر ہے۔ جو سوسائٹی اس سے الگ تھلگ رہتی ہے۔ وہ اپنے تئیں اچھوت بنانا چاہتی ہے۔ الگ تھلگ رہنے کا وقت گیا (جبکہ آریہ سماج خرگوش کے مانند بھاگ جایا کرتی تھی فاروق) اب تو بائیکاٹ کے معنے بھی کچھ اور کئے جاتے ہیں۔ کسی وقت بائیکاٹ کے معنے یہ تھے کہ جس چیز کو تم بائیکاٹ کرنا چاہتے ہو۔ تو اُسے مت چھوؤ لیکن اب یہ کئے جاتے ہیں۔ کہ اگر گھس سکتے ہو۔ تو اس میں گھس جاؤ۔ اپنی بات منوانے کا تین (کوشش) کرو۔ اور اگر نہیں منوا سکتے۔ تو مزاحمت کرو"

(پرکاش صفحہ)

یہ ہے آریہ سماج کا آغاز و انجام جو پہلے موقع شناسی سے خاموش رہکر دشمن کے سامنے سے چھپ جاتے۔ اور بگلا بھگت بنکر شکار کے تصور میں لگے ہوئے تھے۔ آخر بول اٹھے۔ کہ وہ وقت ہمارا خاموشی کا تھا۔ اور چیتے کی طرح چھپ کر دشمن کو پکڑنے کی فکر کرنے کا تھا کہ اس کو دھوکہ میں ڈال کر پکڑیں۔ اب وقت آگیا۔ کہ شیر کی مانند طاقت کو کام میں لا کر اپنی بات منوائیں۔ اور اگر نہ مانی جائے تو مزاحمت کریں۔

جو دل میں تھا وہ پھوٹ نکلا

ایک زمانہ تھا۔ جب آریہ سماج کے سامنے متبادلہ پرکاش کی یہ تعلیم پیش کی جاتی۔ کہ بانی آریہ سماج نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انگریزی حکومت کو ناپسند کیا۔ اور اس کی آرزو یہ تھی کہ خالص ہندو راج انڈیا میں ہو۔ جیسا کہ وہ اپنی پوتھی ستیارتھ پرکاش کے آٹھویں باب کی دفعہ ۹۴ کے آخر میں انگریزی راج کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ

"کوئی کتنا ہی کرے۔ لیکن جو اپنے ملک کا راج ہوتا ہے۔ وہ سب سے افضل ہوتا ہے یعنی مختلف مذہبوں کی طرفداری اور اپنے اور بیگانے کی پاسداری سے آزاد ہونے اور رعیت پر ماں باپ کے مانند مہربانی کرنے۔ انصاف و رحم کو کام میں لانے کے باوجود۔ غیر ملک والوں (یعنے انگریزوں) کا راج پورا پورا آرام دہ نہیں ہے"

(ص ۲۹۸ طبع اوّل)

تو اس سے آریہ بہت گھبراتے تھے۔ اور دور از کار بعید از قیاس تاویلیں کر کے خرگوش کی طرح بھاگتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے۔ کہ سوامی جی تو ایک دھرماتما انسان تھے۔ ان کی غرض صرف مذہبی اور سوشل اصلاح تھی "راج نیتی" کا باب تو ستیارتھ پرکاش میں یونہی تکمیل کتاب کے لئے لکھدیا ہے انکو پولٹیکل معاملات اور حکومت و سلطنت سے کیا واسطہ مگر آخر کار آج بگلا بھگت بنی ہوئی آریہ سماج نے اقرار کر لیا۔ کہ

"آریہ سماجیوں کو یہ فخر ہے۔ اور رہے گا۔ کہ دیش کا پولٹیکل آندولن اگر کسی نے سب سے پہلے سوراجیہ قرار دیا۔ تو وہ ان کا گورو (دیانند) تھا۔ درحقیقت ہندوستانی دنیا کو سوراجیہ کا لفظ ہی انہوں نے سوجھایا۔ انہوں نے ہی یہ سنہری اصول وضع کیا۔ کہ ودیشی راجیہ (غیر ملک والوں کا راج) چاہے کیسا بھی اچھا کیوں نہ ہو۔ اپنے راجیہ کے برابر نہیں ہو سکتا۔ رشی نے اور بھی کئی اعلیٰ پولٹیکل اصول سمجھائے ہیں۔ پھر ہم ان کے تنش (رشتے) ہوتے ہوئے پالیٹکس سے الگ کیسے رہ سکتے ہیں" (پرکاش ص ۶)

پس بالکل فیصلہ ہو گیا۔ کہ آریہ سماج کا ابتداء سے ہی مقصود بالذات حکومت حاصل کرنا تھا۔ جس کی بنیاد ستیارتھ پرکاش میں ان کے سوامی نے رکھ کر ان کو مخفی طیاریوں میں لگا دیا تھا۔ کہ وہ اپنی طاقت کو بڑھاتے جائیں۔ اور جب "اقبال ترقی پر ہو تب دشمن پر حملہ کریں"۔ سردست مذہبی سوسائٹی بنکر اور پولٹیکل باڈی ہونے سے انکار کئے جاؤ۔ دھوکہ میں ڈالکر دشمن کو پکڑو"۔ کیا یہی وہ لوگ ہیں جو حکومت حاصل کر کے مسلمانوں کو اپنا دست و بازو سمجھیں گے یا سوراج حاصل کر کے اب دام افتادہ اور فریب خوردہ مسلمان بتائیں۔ کیا یہی وہ لوگ ہیں۔ جو سوراج حاصل کر کے تم کو اپنا قوت بازو سمجھ کر گلے سے لگالیں گے۔ یا برسر حکومت ہو کر ویدک دھرم کی اس تعلیم پر عمل درآمد کرینگے۔ کہ:۔

"جو شخص (مسلمان۔ عیسائی۔ سکھ۔ جینی وغیرہ) وید اور عابد لوگوں کی تصنیف شدہ (منوسمرتی ستیارتھ پرکاش وغیرہ) کتابوں کی جو وید کے مطابق ہوں تحقیر کرتا ہے۔ اس وید کی مذمت کرنے والے منکر کو ذات۔ پنگت اور ملک سے نکال دینا چاہیئے"

(ستیارتھ پرکاش باب ۱۲ دفعہ ۵۲)

ایسے ظالمانہ قانون کے ہوتے ہوئے سوائے ویدک دھرمیوں کے کون امن میں رہ سکتا ہے۔ اگر کوئی یہ خیال کرے۔ کہ ایسا قانون بنایا ہی نہ جائیگا تو اس کو نہرو رپورٹ پڑھ لینی چاہیئے۔ جس میں ۷۵ ویدک دھرمی اور ۲۵ مسلمان قانون بنانے والے ہونگے۔ بھلا ۷۵ کے مقابلہ میں ۲۵ کی کیا پیش جا سکتی ہے۔ اور ۷۵ وہ ویدک دھرمی ہیں۔ جنکو یہ ہدایت پہلے سے دیگئی ہے۔ کہ:۔

"جاہل بیوقوف ویدوں کے نہ جاننے والے جو قانون بنائیں۔ ان کو کبھی تسلیم نہ کرنا چاہیئے"

(دفعہ ۱۳)

پس خدا وہ دن نہ کرے۔ کہ مسلمانوں کو ان لوگوں کی غلامی نصیب ہو۔ جن کی صدیوں سے اپنی تمام عمر ہی غلامی میں گذری ہے۔ آمین ؛

(بقیہ) بقیہ صفحہ ۴ کالم ۳

چنانچہ اس مکان میں جو مہمان ٹھہرے تھے وہ رات بھر کاٹ کر صبح ہی خود تلاش مکان میں مصروف ہوئے اور ایک چھوٹا سا بالاخانہ دارالفضل میں خالی دیکھ کر اس میں آ ٹھہرے۔ پس ضروری ہے۔ کہ جن مکانوں میں مہمانوں کے ٹھہرانیکا انتظام کیا جائے ان مکانوں کو خوب صاف کرا دینا چاہیئے تاکہ ٹھہرنے والے دوست ملول خاطر نہ ہوں اور یہ ایک معمولی توجہ سے ہو سکتا ہے ؛

جلسہ کا پروگرام ہمیشہ تاریخہائے جلسہ سے مہینہ بیس دن پہلے مرتب ہوتا ہے۔ اور وہ اخبارات میں شایع کرا دیا جاتا ہے کہ معاً دو چار دن بعد اس میں اچھی لمبی چوڑی ترمیم ہو جاتی ہے۔ جس کا دوبارہ اخبارات میں اعلان کیا جاتا ہے اس کے بعد پھر ترمیم ہو کر ایک علیحدہ فل شیٹ پر وہ پروگرام چھاپا جاتا ہے۔ یہ گویا آخری ترمیم شدہ پروگرام ہوتا ہے۔ جس کے مطابق بھی جلسہ گاہ میں عمل درآمد نہیں ہوتا۔ جیسا کہ امسال ہوا۔ کہ بجز حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ اور دیگر دو تین لیکچروں کے کوئی لیکچر بھی پروگرام کے ماتحت نہیں ہوا۔ میرا خیال ہے۔ کہ اس طرح پروگرام شائع کرنے سے بجز مصارف طبع و کاغذ و کتابت کے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ جلسہ کا پروگرام عین دن کے دن طبع ہو کر صبح کو تقسیم ہو جانا چاہیئے۔ اور یہ کوئی مشکل بات نہیں۔ اگر روزانہ طبع نہ ہو سکے تو پہلے دن کے جلسہ میں ہی تین دن کا پروگرام تقسیم کر دیا جائے اور پھر روزانہ پروگرام اندرون قصبہ و بیرون قصبہ بورڈوں پر لکھ دیا جائے تو یہ اس ترمیم و تنسیخ سے بہتر ہوگا۔ اور خرچ بھی کم پڑیگا۔

لیکچروں کے واسطے۔ نہایت ضروری ہے کہ ایسے بزرگان سلسلہ کے لیکچر رکھے جائیں۔ جن کے سننے کی خواہش لوگوں کو ہو۔ اور ایسے لیکچروں کا وقت بھی دو ڈیڑھ گھنٹہ سے کم نہ ہونا چاہیئے۔ یہ آدھے آدھے گھنٹہ کے لیکچر کسی حالت میں بھی ایسے عظیم الشان سالانہ اجتماع کے موقعہ پر مفید نہیں ہو سکتے۔ نہ آدھے گھنٹہ میں کوئی علمی اور نافع مضمون بیان ہو سکتے ہیں اور ان لیکچراروں میں ایسے بزرگوں۔

(بقیہ) بقیہ صفحہ ۴ کالم ۲

فرمایا ان فاروق خطوط کتابت کرتے وقت اپنا حوض بلم فتحا کریں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہمارا نبی

(گذشتہ سے پیوستہ)

(※)

سوال (۴۲) مسلمانوں کی سب سے پہلے ہجرت کون سی اور کب ہوئی؟

جواب:۔ مسلمان کفار مکہ کی ایذاؤں سے تو ہرگز نہ گھبرائے۔ مگر مذہبی فرائض کی ادائیگی میں رکاوٹیں تکلیف دہ تھیں۔ اس لئے آنحضرت صلعم کے ارشاد کے مطابق پہلے پندرہ اصحاب نے حبش کو ہجرت کی۔ حضرت عثمانؓ و حضرت جعفرؓ بھی ان میں شامل تھے۔ شاہ حبش ان مسلمانوں سے نہایت مہربانی سے پیش آیا۔ وہاں پر حضرت جعفرؓ نے ایک تقریر میں بیان کیا۔ کہ ہم لوگ جاہل۔ بُت پرست بے حیا اور ظالم تھے۔ ہم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) توحید کا پیغام لے کر آئے۔ تو ہم نے انکی باتوں کو مانا۔ اب ہم نے اعمال بد کو چھوڑ دیا ہے۔ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ انہی باتوں سے کفار مکہ ہمارے دشمن ہوگئے ہیں۔ یہ ہجرت نبوت کے پانچویں سال اور ۶۱۳ء میں ہوئی۔

سوال (۴۳) کفار مکہ نے جب ان مسلمانوں کا جو حبش میں ہجرت کر کے چلے گئے تھے۔ تعاقب کیا تو کیا نتیجہ نکلا؟

جواب:۔ کفار مکہ نے مسلمان مہاجرین کے متعلق بادشاہ حبش سے جاکر کہا۔ کہ آپ ان کو پناہ نہ دیں مگر اس بادشاہ نے ان کی بات نہ مانی۔ اور وہ وہاں سے ناکام واپس آئے۔

سوال (۴۴) شاہ حبش نے جب کفار کا کہا نہ مانا۔ تو پھر انہوں نے کیا ترکیب استعمال کی؟

جواب:۔ جب کفار مکہ نے اس طرح کام نکلتے نہ دیکھا۔ تو انہوں نے ایک شخص مسمی عتبہ کو اپنی طرف سے آنحضرت صلعم کی خدمت میں بھیجا۔ اُس نے آکر عرض کی۔ کہ اگر اس تحریک سے مال و زر جمع کرنا مقصود ہے۔ تو ہم آپ کو سب سے زیادہ مالدار بنا دیتے ہیں۔ اگر آپ عزت چاہتے ہیں۔ تو ہم آپ کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں۔ اگر آپ خوبصورت عورتیں چاہتے ہیں۔ تو وہ بھی موجود کر دیتے ہیں۔ اور اگر کوئی آسیب ہے تو اس کا علاج کرا دیتے ہیں۔ جب عتبہ یہ باتیں کہہ چکا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَسمع منّی اب میری بات سنو۔ اور اس کے بعد حضورؐ نے ذیل کی آیات پڑھیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حٰمٓ۔ تنزیلٌ من الرحمٰن الرحیم۔ کتٰبٌ فصّلت آیٰتہٗ قرآنًا عربیًا لقوم یعلمون × × × × فان اعرضوا فقل انذرتکم صٰعقۃً مثل صٰعقۃ عاد و ثمود۔ (سورہ حٰمٓ سجدہ رکوع اول آیت اول و رکوع ۲ آیت ۱۲) ترجمہ۔ یہ کتاب رحمان اور رحیم سے اتری ہے۔ عظیم الشان ہے۔ کہ کتاب جس کی آیات عربی قرآن ہوتے ہوئے ان لوگوں کے لئے مفصل کئے گئے ہیں۔ جو کہ جانتے ہیں۔) پھر اگر یہ لوگ منہ پھیریں۔ تو کہدو۔ کہ میں ایسے عذاب سے ڈراتا ہوں جو عاد و ثمود والا عذاب ہے) اس کے بعد فرمایا۔ کہ آپ جیسا مناسب سمجھو کرو، عتبہ پر اس کا بڑا اثر ہوا۔ جب وہ اپنی قوم میں واپس آیا۔ تو کہنے لگا۔ کہ میں نے ایسی بات سنی ہے۔ کہ نہ وہ شعر ہے نہ سحر۔ محمدؐ کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ قریش کہنے لگے۔ کہ عتبہ پر بھی محمدؐ کا سحر چل گیا۔

سوال (۴۵) حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ نے کب اسلام قبول کیا؟ حضرت عمرؓ کی اسلام قبول کرنے سے اوّل کیسی حالت تھی۔ اور وہ کس طرح ایمان لائے؟

جواب:۔ حضرت عمرؓ و حضرت حمزہؓ نے نبوت کے چھٹے سال مطابق ۶۱۵ء میں اسلام قبول کیا۔ حضرت عمرؓ پہلے اسلام کے سخت مخالف تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ اسی جوش میں تلوار لے کر آنحضرت صلعم کے قتل کے ارادہ سے جا رہے تھے۔ کہ راستہ میں کسی نے ان کا ارادہ معلوم کر کے کہا۔ کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ تمہاری بہن اور بہنوئی مسلمان ہو چکے ہیں۔ عمر وہاں سے ہی واپس ہوئے اور آتے ہی اپنے بہنوئی سعیدؓ کو ان کے اقرار اسلام پر مارنا شروع کیا۔ فاطمہؓ ہمشیرہ عمرؓ جب شوہر کی امداد کو آئیں۔ تو عمرؓ نے انہیں اتنا مارا۔ کہ ان کا چہرہ لہولہان ہو گیا۔ مگر وہ اس حالت میں کہتی جاتی تھیں۔ قد اسلمنا و تابعنا محمدا فاصنع ما بدا لک۔ جو چاہو کرو۔ ہم تو اسلام لا چکے۔ اور محمدؐ کے پیرو ہو چکے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا۔ کہ میرے آنے سے پہلے یہ کیا پڑھ رہے تھے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ قرآن مجید۔ اس پر عمرؓ نے کہا۔ کہ میں بھی سننا چاہتا ہوں۔ چنانچہ سورۃ طٰہٰ کی پہلی آیتیں سن کر حضرت عمرؓ کانپ اُٹھے۔ اور سیدھے بیت ارقم میں جہاں نبی کریم صلعم اُن دنوں قیام فرماتے۔ پہنچے۔ رسول کریم صلعم نے دریافت فرمایا۔ ما جاء بک یا ابن الخطاب عمر کیسے آئے ہو۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ یا رسول اللہ جئت لاٰمن باللہ و برسولہ۔ اے رسول خدا میں خدا اور اس کے رسول پر ایمان لانیکے لئے حاضر ہوا ہوں۔ اس پر سب نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ جس سے وادی مکہ کی ساری پہاڑیاں گونج اٹھیں۔

سوال (۴۵) دوسری مرتبہ حبش کو ہجرت کب ہوئی۔ اور کتنے مسلمان وہاں پر دوسری مرتبہ گئے۔

جواب:۔ مہاجرین حبش میں سے اکثر یہ سن کر کہ کفار مکہ عام طور پر ایمان لے آئے ہیں۔ مکہ میں واپس آگئے۔ ان مہاجرین سے یہ معلوم کر کے کہ وہاں پر مسلمانوں سے اچھا سلوک ہو رہا ہے۔ مکہ سے ایک سو مسلمان اور جانب حبش ہجرت کر گئے۔ گویا پہلے محض پندرہ اصحاب حبش کو نبوت کے پانچویں سال یعنی ۶۱۳ء میں ہجرت کر گئے تھے۔ اب دوسری مرتبہ یک صد مسلمان اور حبش کو نبوت کے ساتویں سال یعنی ۶۱۶ء میں ہجرت کر گئے۔ اس ہجرت حبشہ کے وقت آنحضرت صلعم کی عمر ۴۷ سال تھی۔

سوال (۴۶) کفار مکہ نے نبوت کے ساتویں سال

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسلمانوں کو تکلیف دینے کی اور کون سی راہ نکالی؟

جواب:- کفار مکہ نے جب دیکھا۔ کہ آنحضرت صلعم پیغام حق پہنچانے سے کسی طرح نہیں رُکتے۔ تو ان سب سے مل کر آپس میں یہ معاہدہ کیا۔ کہ آئندہ بنی ہاشم سے ہر قسم کے معاملات خرید و فروخت۔ شادی بیاہ اور لین دین بند کر دیئے جاویں۔ گویا کفار مکہ نے بنی ہاشم سے اس طرح پر بائیکاٹ کیا۔ چنانچہ بنی ہاشم مکہ کی پہاڑیوں کے ایک تنگ درہ میں تین سال تک محصور رہے۔ معصوم بچے فاقوں کی تکلیف سے روتے تھے۔ خواتین علیحدہ نالاں تھیں مگر قریش ان رونے چلانے کی آوازوں پر خوش ہوتے تھے اور ہنستے تھے۔ آخر تین برس کے بعد بعضوں کی تحریک پر بنی ہاشم کو آزادی نصیب ہوئی۔ یہ تین سال نبوت کے ساتویں سال سے نویں سال تک یعنی ۶۱۶ء سے ۶۱۹ء تک ہیں۔

سوال (۴۷) ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ کی کب وفات ہوئی۔ رسول کریمؐ کی اس وقت کتنی عمر تھی نبوت کا کون سا سال تھا اور حضورؐ نے حضرت خدیجہؓ کی وفات کو کیسا محسوس کیا؟

جواب:- ابوطالب و حضرت خدیجہؓ کا انتقال ۶۱۹ء میں ہوا۔ یعنی نبوت کے دسویں سال۔ اور جس وقت رسول اللہ صلعم کی عمر پچاس سال کی تھی۔ ابوطالب جیسے ہمدرد محسن اور حضرت خدیجہؓ جیسی غمخوار اور نیک رفیقہ زندگی کا اُٹھ جانا معمولی واقعہ نہ تھا۔ آنحضرت صلعم نے انکی وفات کو بہت محسوس فرمایا۔ اسی لئے آپؐ اس سال کو عام الحزن یعنی غم کا سال فرمایا کرتے تھے۔

سوال (۴۸) آنحضرت صلعم کے چچا ابوطالب کے بعد کفار مکہ نے جو تکالیف دیں۔ ان میں سے چند بطور مثال بیان کرو؟

جواب:- ابوطالب کی زندگی میں آنحضرت صلعم کو کم تکلیفیں نہیں پہنچائی گئیں۔ مگر ابوطالب چونکہ بااثر تھے۔ اس لئے ان کے فوت ہونے کے بعد تو کفار مکہ کا حوصلہ اور بڑھ گیا۔ اور انہوں نے نبی کریم صلعم کو پھر تکلیف دینی شروع کر دی۔ چنانچہ عقبہ بن ابی معیط نے آنحضرت صلعم کے گلے میں جبکہ حضورؐ نماز پڑھ رہے تھے چادر ڈال کر اسے اتنے زور سے مروڑا۔ کہ آپؐ کا دم رُک گیا۔ آپؐ گھٹنوں کے بل گر پڑے۔ قریب تھا۔ کہ آپ کا دم گھٹ جاتا اتنے میں حضرت ابوبکرؓ وہاں پہنچے۔ اور آپؓ نے حضور کو آکر چھڑایا۔ اور کہا۔ کہ اتقتلون رجلاً یقول ربی اللہ۔ کیا تم ایک شخص کو محض اسلئے ہلاک کرتے ہو۔ کہ وہ کہتا ہے۔ خدا میرا رب ہے۔ اللہ اکبر ایسی پاک ہستی ہے۔ اگر کوئی دنیا کا طلبگار ہوتا۔ تو قریش مکہ کی تجویز کے مطابق امارت یا بادشاہت پر راضی ہو جاتا۔ مگر نہیں حضورؐ کی زندگی کا مقصد محض یہ تھا۔ کہ دنیا پر خدا کا جلال و جمال ظاہر ہو۔

سوال (۴۹) آنحضرت صلعم تبلیغ کے لئے طائف پر کب تشریف لے گئے۔ اور اس سفر کا نتیجہ کیا ہوا؟

جواب۔ حضورؐ نبوت کے دسویں سال یعنی ۶۱۹ء میں تبلیغ کیلئے کوہ طائف پر تشریف لے گئے طائف مکہ سے ۶۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ حضورؐ پیدل وہاں پر تشریف لے گئے۔ اس سفر میں حضورؐ کے ساتھ زید بن حارثہ تھے۔ طائف میں قبیلہ بنو ثقیف آباد تھے سرسبز ملک اور سرد پہاڑ پر رہنے کی وجہ سے ان کے غرور کی کوئی حد نہ تھی۔ عبد یالین۔ مسعود۔ اور حبیب تینوں بھائی وہاں کے سردار تھے۔ حضور طائف پہنچکر ان تینوں سے ملے اور تبلیغ فرمائی مگر ان میں سے ایک نے کہا۔ کہ اگر تو رسول ہے۔ تو تُو نے کعبہ کا پردہ چاک کر دیا۔ دوسرا بولا کہ تمہارے سوا خدا کو کوئی اور شخص پیغمبری کے لئے نہ ملتا تھا تیسرے نے کہا۔ کہ میں تجھ سے کلام نہ کروں گا۔ اگر تو رسول ہے۔ تو تیری تردید کرنا خطرناک ہے۔ اور اگر جھوٹا ہے۔ تو کلام کرنے کے قابل نہیں۔ حضورؐ ان باتوں سے مایوس ہو کر چلے آئے۔ جب بازار میں سے گذر رہے تھے۔ تو شریروں نے دو رویہ قطار باندھ کر آپ کے پاؤں پر پتھر مارنے شروع کر دیئے۔ حتیٰ کہ آپ کی جوتیاں خون سے بھر گئیں۔ اس حالت میں آپؐ درد اور تکلیف کے مارے بیٹھ جاتے۔ مگر چند بدقسمت آتے اور آپ کی بغلوں میں ہاتھ دیکر اٹھاتے۔ اور آپ کو چلاتے۔ اس پر پھر پتھر پڑنے شروع ہو جاتے۔ شریروں اور بدقماش لوگوں نے آپؐ کا اس طرح تعاقب کیا۔ یہاں تک کہ آپؐ طائف سے باہر تشریف لے آئے۔

سوال (۵۰) طائف سے جب حضورؐ واپس تشریف لائے۔ تو راستہ میں کیا واقعہ پیش آیا؟

جواب۔ حضور طائف سے باہر آکر تکلیف کیوجہ سے ایک مکان کے احاطے میں بیٹھنے پر مجبور ہوئے یہ جگہ عقبہ و شیبہ فرزندان ربیعہ کی تھی۔ انہوں نے دُور سے اس حالت کو دیکھا۔ اور نبی کریم صلعم پر ترس کھاکر اپنے غلام عداس کو کہا کہ ایک پلیٹ میں انگور رکھ آپؐ کو دے آؤ۔ عداس نے انگور نبی کریمؐ کے سامنے رکھدیئے۔ نبی کریم صلعم نے انگوروں کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اور زبان سے فرمایا "بسم اللہ" اور پھر انگور کھانے شروع کر دیئے۔ عداس نے حیرت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا۔ اور پھر کہا۔ کہ یہ ایسا کلام ہے۔ کہ یہاں کے باشندے نہیں بولا کرتے۔ نبی کریم صلعم نے فرمایا تم کہاں کے ہو۔ اور تمہارا مذہب کیا ہے۔ عداس نے جواب دیا۔ میں عیسائی ہوں اور نینوہ کا باشندہ ہوں۔ نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ کہ کیا تم مرد صالح یونس بن متی کے شہر کے باشندے ہو؟" عداس نے کہا۔ "آپ کو کیا خبر ہے۔ کہ یونس بن متی کون تھا اور کیسا تھا؟" نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ کہ "وہ میرا بھائی ہے وہ بھی نبی تھا اور میں بھی نبی ہوں"۔ عداس یہ سنتے ہی جھک پڑا۔ اور اس نے نبی کریم صلعم کا سر۔ ہاتھ اور قدم چوم لئے۔ عقبہ و شیبہ نے دُور سے عداس اپنے غلام کو نبی کریم صلعم کے ہاتھ چومتے ہوئے دیکھا۔ جب عداس واپس آیا۔ تو انہوں نے کہا۔ کم بخت تجھ کو کیا ہو گیا تھا۔ کہ اس شخص کے ہاتھ۔ پاؤں اور سر چومنے لگ گیا تھا۔ عداس نے کہا۔ کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جناب آج اس شخص سے بہتر روئے زمین پر کوئی نہیں ہے۔ اس نے مجھ کو ایسی بات بتلائی ہے۔ جو صرف نبی ہی بتلا سکتا ہے۔ انہوں نے عداس کو ڈانٹا۔ کہ خبردار اپنا دین نہ چھوڑ بیٹھنا۔ تیرا دین تو اس کے دین سے بہتر ہے۔ اسی مقام پر ایک دفعہ وعظ کرتے ہوئے آنحضرت صلعم کے اتنی چوٹیں آئیں۔ کہ حضور بیہوش ہو کر گر پڑے۔ زید بن حارثہ نے جو آپ کے ساتھ اس سفر میں تھے۔ حضورؐ کو اپنی پیٹھ پر اٹھایا۔ آبادی سے باہر لے گئے۔ اور پانی کے چھینٹے دینے سے ہوش آیا۔ اس سفر میں باوجود اتنی تکلیفوں کے بھی ایک شخص بھی مسلمان نہ ہوا۔ مگر نبی کریم صلعم کا دل خدا کی عظمت اور محبت سے لبریز تھا۔ اس وقت جو دعا حضورؐ نے مانگی اس کے الفاظ یہ ہیں۔

اے میرے خدا تیری ہی حضور میں اپنی کمزوری۔ بے سروسامانی اور بیکسی کا شکوہ ہے ملے سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے تو ہی درماندہ عاجزوں کا رب ہے۔ اور تو ہی میرا رب ہے۔ اگر تو مجھ پر ناراض نہیں۔ تو ان کی مجھے کوئی پرواہ نہیں کیونکہ تیری عافیت میرے لئے زیادہ وسیع ہے۔ میں تیری ذات کے نور کی پناہ چاہتا ہوں۔ جس نے سب تاریکیوں کو روشن کر دیا۔ کوئی طاقت یا قوت نہیں مگر تیرے ساتھ ہے۔ (باقی بدارد)

(خاکسار) عبدالمجید خان۔ عدالتی ڈھلواں

تحفہ مستریاں

فتنہ مستریاں کی اصل حقیقت مطالبہ مباہلہ کا مدلل اور ناقابل تردید جواب جس سے شیش محلیاں والے فتنہ انگیزوں کی ساری حقیقت ظاہر ہو گئی ہے۔ چھپ کر شائع ہو چکا ہے۔ احمدی احباب اس کو خود پڑھیں۔ دوسرے لوگوں کو جو مستریوں کے فریب خوردہ ہیں پڑھائیں قیمت ایک نسخہ ۵ر ایک روپیہ کے چار نسخے۔ علاوہ محصول ڈاک ایک نسخہ منگانے والے صرف ۱ر کے ٹکٹ بھیجکر طلب کریں۔

مینجر فاروق قادیان ضلع گورداسپور

خلافت محمودؐ اور فرشتوں کا ورود

(گذشتہ سے پیوستہ)

(۱۳) اربعین صفحہ ۳۸ "اذکر وا نعمتی رئیت خدیجتی ..... یہ حصہ اس الہام کا ہے۔ جس میں کئی برس پہلے سے خبر دی گئی تھی۔ یعنی مجھے بشارت دیگئی تھی۔ کہ تمہاری شادی خاندان سادات میں ہوگی۔ اور اس میں سے اولاد ہوئی۔ تا پیشگوئی حدیث یتزوج ویولد لہ پوری ہو جاوے۔ یہ حدیث اشارات کر رہی ہے۔ کہ مسیح موعود کو خاندان سادات سے تعلق دامادی ہوگا۔ کیونکہ مسیح موعود کا تعلق جس سے وعدہ یولد لہ کے موافق صالح اور طیب اولاد پیدا ہو اعلیٰ اور طیب خاندان سے چاہیئے۔ اور وہ خاندان سادات ہے۔ اور فقرہ خدیجتی سے مراد اولاد خدیجہ یعنی بنی فاطمہ"۔

(۱۴) آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۷۸۔ ان المسیح الموعود یتزوج ویولد لہ ففی ھذا اشارۃ ..... الی ان اللہ یعطیہ ولدا صالحا یشابہ اباہ ویکون من عباد اللہ المکرمین والسر فی ذالک ان اللہ لا یبشر الا نبیا او ولیا او ابن ولیۃ الا اذا اقتضی تولید الصالحین۔ اس سے ظاہر ہے کہ جب کسی نبی یا ولی کو خدا تعالےٰ اولاد کی بشارت دے۔ تو وہ ضرور نیک اور بابرکت ہوگی۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہ عالم الغیب خدا اولاد کی خوشخبری دے۔ اور پھر وہ بدکار نکلے۔ حدیث یولد لہ میں اشارہ کہ مسیح موعود کا لڑکا باپ کے مشابہ ہوگا۔ یعنی وہ بھی مہدی اور مسیح ہوگا۔ سو خدا نے اپنے وعدہ کے مطابق آپ کو وہ لڑکا جو حسن و احسان میں آپ کا نظیر ہے۔ عطا کیا۔ اور جیسا کہ مہدی کے بارے میں لکھا ہے "عمر او نزوج چنانچہ ابن عربی زعم کردہ است بست و شش سال باشد" حجج الکرامہ صفحہ ۳۵۹۔ یہ مہدی جو اولاد خدیجہ سے ہے مسند خلافت پر بیٹھا اور حضرت مسیح موعود کا ایک خواب ہے "کیا دیکھتا ہوں۔ کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ بن گیا ہوں ..... اور ایسی صورت واقعہ ہے۔ کہ ایک گروہ خوارج کا میری خلافت کا مزاحم ہو رہا ہے یعنی وہ میری خلافت کے امر کو روکنا چاہتا ہے۔ اور اس میں فتنہ انداز ہے" (کشفیات صفحہ) اس رویا کے مطابق کچھ لوگ آپ کی خلافت کے امر میں مزاحمت اور روک پیدا کرنے والے بھی ظاہر ہو پڑے۔ اور حضورؐ کی اولاد کے ساتھ ایسا سلوک کرنا شروع کیا جسے دیکھکر آپ کے علی مرتضیٰ ہونے کا مطلب بخوبی سمجھ میں آجاتا ہے۔ اور جس طرح باپ کے مقابلہ میں ایک سفیانی اپنا لشکر لے کر اٹھ کھڑا ہوا بیٹے کی مخالفت میں بھی ایک سفیانی نے ایک بھاری لشکر طیار کیا۔ لکھا ہے۔ کہ مہدی اور سفیانی کے درمیان ایک بڑی جنگ واقعہ ہوگی "میان او و خیل سفیانی مقتلہ عظیمہ رود ہد" تھوڑے دنوں کا ذکر ہے سفیانی جیش کا ایک سپاہی جس کے ہاتھ میں کسی اخبار کا ایک پرچہ تھا۔ راقم عاجز کو دیکھ کر کہنے لگا "اعلان جنگ" میں اس آواز کو سن کر اپنے دوستوں کو مطلع کرتا ہوں کہ وہ سفیانی جس کی نسبت لکھا ہے "سفیانی کہ عدو اہل بیت است۔ اور جس کے چہرے پر چیچک کے داغ ہیں "بروئے او آثار جدری باشد" اور جس کا لشکر۔ لیؤمن ھذا البیت جیش یغزونہ (ابن ماجہ) کہ کعبہ پر ایک لشکر چڑھائی کرے گا۔ کسی نے دیکھنا ہو۔ تو شہر کے باہر بموجب پیشگوئی حتیٰ اذا کانوا بالبیداء من الارض خسف اولھم واخرھم (ء) کے اس کو اس کے خسوف لشکر کے ساتھ ایک پست جگہ میں جو خسف کے مصداق ہے۔ جاکر دیکھ لے۔ خدا تعالےٰ نے اس اولوالعزم خلیفہ کے کعبہ کی بنیاد کا ذکر کر کے اس بات کو سمجھا دیا۔ کہ اس پر حملہ کرنے والے اصحاب فیل اور جیش سفیانی ذلت اور ناکامی کے گڑھے میں گرائے جائینگے کیونکہ لکھا ہے۔ کہ مہدی کی مدد کے لئے جس شخص کو خدا تعالےٰ کھڑا کرے گا۔ وہ اپنے ارادہ میں اس قدر مضبوط ہوگا۔ کہ اگر اس کے راستہ میں پہاڑ بھی حائل ہونگے۔ تو ان کو بھی اپنی جگہ سے ہلا دیگا" اگر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جہال روا ہی پیش آید ہدم نماید و تمہید امر کند برائے مہدی چنانکہ آرزش برائے آنحضرت صلعم کردند و در حدیث آمدہ چون بشنوید رایات سود را کہ آمد از خراسان بپیں بیائید اورا ..... و علی کرم اللہ وجہہ گفتہ اگر در صندوقے مقفل باشم۔ آں صندوق و قفل را شکستہ بایشاں ملحق شوم و در روایتے آمدہ کہ در وے خلیفہ خدا مہدی ست یعنی در وے نصرت است" حجج الکرامہ ص۳۶۹ حضرت علی علیہ السلام کا یہ فرمانا۔ کہ اگر میں مقفل صندوق میں ہوا۔ تو بھی اس صندوق اور قفل کو توڑ کر ان لوگوں کے ساتھ مل جاؤں گا۔ جو اس مہدی کے ساتھ ہونگے جو مہدی کی نصرت کے لئے خراسان یعنی مشرق سے ظاہر ہوگا۔ اس میں یہ اشارہ تھا۔ کہ حضرت علی مرتضیٰ کے سینہ مبارک سے نکلی ہوئی ایک ایسی بات خلیفہ اولوالعزم کے عہد میں پوری ہوگی۔ جو اپنے وقت سے پہلے پڑھنے والوں کی نظروں سے اس طرح غایب ہوگی۔ جیسے کوئی چیز بند صندوق کے اندر ہوتی ہے چونکہ وہ بات ایک فتنہ کے متعلق ہوگی۔ جس میں بہت سے مسلمان اپنی غفلت کی وجہ سے مبتلا ہو کر دین و دنیا کو تباہ کر بیٹھیں گے۔ اور خلیفہ وقت کی آواز کو جو اس وقت ان کی اصلاح کے لئے ان میں موجود ہوگا۔ سننا پسند نہ کرینگے۔ کیا سنی کیا شیعہ ہر ایک اس فتنہ کے سیلاب کا شکار ہو جائیں گے۔ اس لئے مسلمانوں کو سمجھانے کے لئے حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ مقفل صندوق سے نکل کر اس خلیفہ کے ساتھ ہو جائیں گے۔ یعنی آپ کی یہ پیشگوئی "علی کرم اللہ وجہہ گفتہ بیروں آید دجال و ہمراہ او ہفتاد ہزار باشند ازھاکہ" حجج الکرامہ ص۳۱۳ اپنی صداقت کا جلوہ دکھائیگی جو رسالہ فتنہ ارتداد اور اخبار الفضل میں شائع ہو چکی ہے۔ یہاں اس کے مفصل بیان کرنے کی گنجائش نہیں لکھا ہے۔ کہ سفیانی کا لشکر جہاں غرق ہوگا" اوّل و آخر و اوسط او ہمہ بزمین فرو رود واحدے نجات نیابد۔ مگر مردے کہ نذیر سفیانی و بشیر مہدی باشد" ص۳۶۸) وہاں ایک گروہ نجات یافتہ لوگوں کا بھی ہوگا۔ جو سفیانی کو ڈراتا رہے گا۔ کہ تو اس مخالفت سے باز آجا۔ اور مہدی کو بھی سفیانی کے حالات سے کہ کس طرح وہ روز بروز ناکامی کے گڑھے میں نیچے چلا جا رہا ہے۔ خوشخبری سناتا رہے گا۔ الا الشہید الذی یخبر عنہم (ابن ماجہ) جو حدیث میں آیا ہے۔ واقعات بتا رہے ہیں۔ کہ اس میں انہیں لوگوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ سفیانی کے اس حملہ کا نام ہے۔ و ذالک بعث الکلب (ابو داؤد) اس میں اس کی حالت تبدیلی مذہب بتائی گئی۔ فانسلخ منہا کا مصداق بنکر خلیفہ منصور کے حق میں زباندرازی کرے گا۔ اور اصحاب الکہف والرقیم کے راستہ میں۔ بواسطہ ذراعیہ۔ ایک ہاتھ احمدیوں اور دوسرا غیر احمدیوں کی طرف پھیلا کر بیٹھ رہے گا۔

(کرداد۔ دوالمیال)

"زمیندار" کی پشیمانی

(※)

خدا تعالےٰ کے برگزیدہ بندوں کی ایک یہ بھی علامت ہوتی ہے۔ کہ وہ بوجہ خدا تعالےٰ سے تائید یافتہ ہونے کے جو بات بھی کرتے ہیں۔ وہ ہر زمانہ میں نمایاں طور پر پوری ہو کر ان کی صداقت پر مہر کرتی ہے۔ لیکن برعکس اس کے ان کے مخالفین جس امر کے آج تعریف و توصیف یا تذلیل و تحقیر کرتے ہیں۔ کل زمانہ کے تھپیڑے اسی کے خلاف کہنے پر انہیں مجبور کرتے ہیں۔

یہی "زمیندار" جس نے تھوڑا ہی عرصہ پہلے جبکہ بعض احمدی کابل کی سرزمین میں نہایت بے رحمی سے شہید کئے گئے نہ صرف وہاں کے ملاؤں مفتیوں اور قاضیوں کو حق بجانب قرار دیا۔ بلکہ ان کی حمایت کی۔ اور ان کے نہایت ہی قبیح اور قابل نفرت فعل کو از روئے شریعت جائز بنانے کی ناکام کوشش کی۔ آج جبکہ انہیں ملاؤں نے شاہ افغانستان کے خلاف لوگوں کو اکسایا ہے۔ تو "زمیندار" نہایت ڈھٹائی سے یہ لکھنے پر مجبور ہو گیا ہے۔ کہ "تنگ خیال ملاؤں کو افغانستان میں جو اقتدار اور رسوخ حاصل ہے۔ اس سے کون واقف نہیں۔ ان کو یہ معلوم نہیں۔ کہ دنیا کس قدر ترقی کر رہی ہے۔ وہ پرانی لکیر کو پیٹے جاتے ہیں۔ اور پابندی مذہب میں اس قدر غلو کرتے ہیں۔ کہ ہر نئی بات کو خواہ وہ اسلام کے خلاف نہ ہی ہو ایک گناہ عظیم خیال کرتے ہیں۔ ان ملاؤں کی یہ شرانگیزی اور مفسدہ پردازی بے انتہا شرمناک ہے۔" (زمیندار مورخہ ۲۸ دسمبر ۲۸ء کالم اوّل)

کیا زمیندار ایسے تنگ خیال۔ شرانگیز۔ مفسدہ پرداز اور پرانی لکیر کے فقیر ملاؤں کے ان فتووں کو جو انہوں نے بے گناہ احمدیوں کے متعلق کوئی نئی بات سمجھ کر دیئے غلط یقین کرتا ہے۔ اور ان کی تائید کرنے پر پشیمان ہے۔ یا یہ خیال کریں کہ صرف شاہ افغانستان کو خوش کرنے کے لئے یہ ملمع سازی کی جا رہی ہے؟

خاکسار محمد یار (مولوی فاضل) قادیان

صدائے گنبد

قسط دوم

بزبان "نقاش نقاش"

(از قلم عکاس)

(※)

نفاق آمیز تھی میری روش۔ گرگٹ سے رنگینی
جدھر آئی نظر زر کی پری میں اس پہ مائل تھا
مرا ایماں ہے زر۔ میرا خدا زر ہے جہاں بھی ہو
مرا ہاتھ اس بت سیمیں کی گردن میں حمائل تھا
میں حرص و آز کا پتلا۔ اِدھر لپکا اُدھر لپکا
ہمیشہ جیفۂ دنیا کا میں ہر در پہ سائل تھا
جہاں سے مل گیا ٹکڑا وہیں کا ہو رہا چندے
مخالف اس کا میرے دانت سے زخمی تھا گھائل تھا
مقابل سے بھی گر سر پہ لگی اک چوٹ ہلکی سی
تو سب جوش جنوں میرا وہیں اک پل میں زائل تھا
مری بدباطنی سے گر وظیفہ بند ہو جاتا
مرا جبش دروں پھر مائل ہجو و ذائل تھا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں ہوں وہ بے حیا کھائی پٹخنی بارہا میں نے
سنبھل کر پھر وہی دریوزہ گر تھا اور سائل تھا
پرائے مال میں کھاتا رہا پلتا رہا برسوں
حیا و شرم میں اور مجھ میں اک پردہ سا حائل تھا
رہا جھانسوں میں لاکر لوٹنا مدنظر میرے
مرے لکھوں میں جو آیا میرے دفتر میں فاضل تھا
صداقت سے مجھے نفرت تھی باطل میرا گہوارہ
مسلمانوں کے بہکانے کو تاہم با دلائل تھا
ہمیشہ آڑ میں ٹیڑھ کی میں صید افگنی کرتا
مری زد پر جو آجاتا مرے تیروں سے گھائل تھا
جو مال و زر کی دیوی ناز و نخرے سے بٹھا لیتی
مری نظروں میں پھر کب سے سمندر پر فضائل تھا
عجب نافہم ہو مجھ کو مسلماں تم سمجھتے ہو
میں ہندو زادگی کا ابتدا ہی سے تو قائل تھا
بھلا مجھ سے کسی انسان کو کیا فیض حاصل ہو
میں جس کی سلب سے ہوں وہ مرے خنجر سے گھائل تھا
مرے دل میں نہ تھی کچھ قدر اللہ کے شعائر کی
نہ میں مذہب کا قائل ہوں نہ میں ملت کا قائل تھا
نجاست ہر کسی پہ جھاڑنا میری طبیعت تھی
خصوصاً اس پہ جو مشہور عالم خوش خصائل تھا
مجھے اس بے حیائی کا صلہ جلدی ہی مل جاتا
ڈھٹائی سے مگر ہرگز نہ ہوتا اس کا قائل تھا
بھلا کاغذ کی ہنڈیا کب تلک چولھے پہ چڑھ سکتی
مرا شور و فغاں اک آنچ کے لگنے میں زائل تھا
خدا سے خلق سے لعنت مرے سر پر برستی ہے
ہوا کیا میں تو مدت سے اسی لعنت کا سائل تھا

نام بھی نہ رہا،

مٹتی جائیں گی وہ قومیں جو بگڑتی جائیں گی
ٹہنیاں جو سوکھتی جائینگی جھڑتی جائینگی

(۲)

نظام عالم کو مشاہدہ کرنے والی آنکھ سے یہ امر پوشیدہ نہیں۔ کہ مرکز سے ہٹ جانے والا گروہ کبھی بھی اپنے آپ کو محفوظ نہیں کر سکا۔ اور اس کا انجام سوائے تباہی کے کچھ نہیں ہوا۔ ایسا ہی کچھ لوگ قادیان سے کٹ گئے۔ گو احمدیت کا نام باقی تھا۔ مسیح وقت کی آواز پر لبیک کہنے والے ایک وقت آیا۔ کہ اپنے تیز رفتار بھائیوں کے ساتھ نہ چل سکے۔ اور ان کے قدم استقامت ڈگمگا گئے۔ قافلہ دور نکل گیا۔ اور وہ گرد کارواں بن کر رہ گئے۔ ان کی ہستی باد مخالف کے تند جھونکوں کی کب تاب لا سکتی۔ وہ وقت آگیا۔ کہ ان کا نام بھی صفحہ ہستی سے مٹایا جا رہا ہے +

بیشک عبرت کا مقام ہے۔ وہ جنہوں نے احمدیت کی خاطر والدین چھوڑے۔ عزیز و اقارب سے الگ ہوئے۔ گھر بار چھوڑا۔ اپنوں اور بیگانوں کی سختیاں اٹھائیں۔ آج خود اپنے ہاتھوں سے اس نام کو چھوڑنے پر مجبور ہیں۔ جس نام کے پانے کے لئے انہوں نے ایک دنیا کو چھوڑ دیا تھا۔ پس کون سادہ دل ہے جو ان بھائیوں کی حالت زار پر آٹھ آٹھ آنسو نہ روئے۔ جو کبھی ان کے کہلاتے تھے۔ لیکن آج وہ اس چشمہ سے اتنے ہی دور ہیں۔ گویا وہ کبھی اس سے آشنا ہی نہ تھے؟

پیغام صلح مجریہ ۱۱ر دسمبر کا ایک اعلان مشاورت کی یہ تجویز کہ کوئی احمدی اپنے نام کے پہلے یا پیچھے کوئی ایسا لفظ استعمال نہ کرے۔ جس سے کسی قوم یا فرقہ سے تعلق ظاہر ہوتا ہو۔ جیسے۔ مرزا۔ شیخ چشتی۔ قادری۔ صدیقی۔ احمدی وغیرہ بصیرت ہر وہ دل جس میں ذرا بھی سوچنے کا مادہ باقی ہے۔ ہوشیار ہوگا۔ کیونکہ احمدیت کا نام اس زنجیر کی آخری کڑی تھی۔ جو اہل پیغام کو حضرت مسیح الموعود سے وابستہ کئے ہوئے تھی۔ اور گو وہ میرے نزدیک عملاً امام وقت کی تعلیم کو چھوڑ چکے تھے۔ لیکن ایک نام کا اشتراک تو باقی تھا۔ جو آج مٹایا جا رہا ہے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ ہر عقلمند غیر مبائع اس سوال پر سے غور کئے بغیر نہیں گذریگا۔ یہ کوئی معمولی تجویز نہیں بلکہ تمام غیر مبائعین اور ان کی آنے والی نسلوں کو احمدیت سے محروم و ناآشنا کرنے کے لئے ایک گڑھا ہے۔ جو ان لوگوں نے تیار کیا ہے۔ جنہیں ان کی ذاتی اغراض نے مجبور کیا تھا۔ کہ مرکز احمدیت سے الگ ہو کر ایک مسجد ضرار قائم کریں۔ اور آج وہی اغراض احمدیت کے نام تک کو چھوڑنے پر مجبور کر رہی ہیں۔

چند ناواقف دلوں کو پھیر لینا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ لیکن تا بہ کے۔ آج یہ تجویز کہ کوئی احمدی اپنے نام کے ساتھ لفظ احمدی استعمال نہ کرے۔ ان کے ۱۹۱۴ء سے لیکر آج تک کے ارادوں کو ظاہر کر رہی ہے۔ اور ان کے اندرونہ کا ایک آئینہ ہے۔ جس سے ہر ہوش مند غیر مبائع ایک سبق حاصل کر سکتا ہے۔ احمدیہ عقائد کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جا سکتا ہے۔ اور ایک سادہ لوح روح قائم کی جا سکتی ہے۔ لیکن احمدی کے نام کو ہی ترک کر دینا ایک صاف اور واضح حقیقت ہے کہ اس تجویز کے بانی انہیں غیر احمدیوں میں ملانا چاہتے ہیں۔ اور پسند نہیں کرتے۔ کہ کوئی تعلق ان کا امام وقت سے باقی رہ جائے۔

پس میں ہر ایک غیر مبائع انسان کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ اب آپ لوگ انتہا کو پہنچ چکے ہو۔ ایسا نہ ہو۔ کہ تمہارے وجود تمہیں دھوکہ دیں۔ اور تم اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ جاؤ خدا تم پر وہ وقت نہ لائے۔ کہ تم احمدی کے نام

انعام
اس سال ۱۹۲۸ء کے کوئی خریدار اپنے کو فاروق کی ممبر ہونے پر فاروق کے دفتر سے
اب اطلاع کرے کہ کم از کم ایک خریدار ضرور عطا کرے گا یا نہیں؟ اگر نہیں تو
ثواب حاصل کریں۔
مینجر فاروق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(اخبار الاسلام پریس قادیان میں زیر انتظام شیخ عبدالرحمن صاحب مصری پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر شائع کیا)

پر نہیں۔ تو اُن آنے والی اپنی نسلوں پر ہی رحم کرو۔ جو احمدیت سے تمہارے سبب دور پھینک دی جارہی ہیں ؛

کیا حضرت مسیح الموعود کا دنیا میں آنا عبث تھا۔ آخر خدا تعالےٰ کا مسیح الموعود کو مبعوث کرنے سے مقصد کیا تھا۔ حضور کے ہی الفاظ میں آپ کو بتاتا ہوں۔ حضور فرماتے ہیں :۔

"ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ اس جگہ کوئی حسد اور رشک پیش نہیں جاتا۔ خدا جو چاہے کرے۔ جو اس کے ارادہ کی مخالفت کرتا ہے وہ صرف اپنے مقاصد میں نامراد ہی نہیں۔ بلکہ مر کر جہنم کی راہ لیتا ہے۔ ہلاک ہوگئے۔ وہ جنہوں نے عاجز مخلوق کو خدا بنایا ہلاک ہوگئے۔ وہ جنہوں نے ایک برگزیدہ رسول کو قبول نہ کیا۔ مبارک ہے وہ جس نے مجھے پہچانا۔ میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں۔ اور میں اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے۔ کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے"۔ (کشتی نوح صفحہ ۵۶)

پھر فرمایا "اس نے (یعنی خدا نے) اس سلسلہ کے قائم کرنے کے وقت مجھے فرمایا۔ کہ زمین میں طوفان ضلالت برپا ہے۔ تو اس طوفان کے وقت میں یہ کشتی تیار کر۔ جو شخص اس کشتی میں سوار ہوگا۔ وہ غرق ہونے سے نجات پائے گا۔ اور جو انکار میں رہیگا اس کے لئے موت درپیش ہے"۔

(فتح الاسلام صفحہ ۲۰)

پس ان حالات میں میں ان تمام دوستوں کو جو محض خدا تعالےٰ کی رضا جوئی کے لئے جری اللہ فی حلل الانبیاء کے ہاتھ پر جمع ہوئے تھے۔ توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ خدا کے لئے غور کریں۔ کہ ان کے قدم کس طرف اٹھ رہے ہیں۔ اور ان کے راہنما انہیں کہاں لے جارہے ہیں۔ کیا تم دنیا کی خاطر خدا کے فرستادہ کو چھوڑ دو گے۔ اور اس کی طرف منسوب ہونا ترک کر دو گے۔ پس غور کرو۔ اور اپنے نفسوں کو جانچو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں دھوکہ دیں۔ اور وہ متاع جسے تم نے ہزاروں تکلیفوں سے پایا تھا۔ تم سے چھن جائے۔ نہ صرف تم سے بلکہ ہمیشہ کے لئے آئندہ آنے والی نسلوں سے۔ ہمارا کام آپ کو آگاہ کرنا تھا۔ سو چنانچہ آپ کا کام ہے ؎

من از ہمدردیت گفتم تو خود ہم فکر کن بارے
خرد از بہر ایں روز است اے دانا و ہشیارے

(عبدالحکیم احمدی شملوی)

بقیہ صفحہ ۶ کالم ۳

کا قطعاً نام نہیں آنا چاہئے جو جلسے کے ضروری اور اہم کاموں پر متعین ہوں۔ اور جلسہ کے کاموں سے فرصت ہی نہیں پا سکتے۔ کہ لیکچر جا کر دے آئیں اور اس بات کا بھی ضرور لحاظ رہنا چاہئے کہ لیکچرار کی آواز سامعین تک پوری پہنچ بھی سکتی ہے یا نہیں۔ اگر لیکچرار کی آواز تمام لوگوں تک نہ پوری پہنچے۔ تو وہ اکثر جلسہ گاہ سے باہر نکل جاتے ہیں اور کوئی دلچسپی ان کو ایسے لیکچروں سے نہیں ہوتی۔ پھر گھیر گھیر کر اور جبر کر کے ان کو جلسہ گاہ کی طرف دھکیلنا کچھ موزوں نہیں۔ لوگ معذور ہیں۔ جب تک کوئی کشش نہ ہو۔ وہ جم کر بیٹھ نہیں سکتے۔ پس یہ اُن کا قصور نہیں۔ منتظمین کا قصور ہے کہ وہ عام جذبات کا احساس نہ کر کے ایسے لیکچرار مقرر کر دیتے ہیں۔ جنکی آواز پست اور بیان میں کوئی دلچسپی اور مضمون میں مطلق کشش نہیں ہوتی۔ اس لئے لوگ سنیں تو کیا۔ سمجھیں تو کیا۔ اور بیٹھیں تو کس شوق میں پس لیکچر تھوڑے ہوں۔ مضامین ضرورت سلسلہ کے مطابق ہوں۔ لیکچرار سامعین کو قابو کر سکیں تاکہ سننے والے جلسہ گاہ سے باہر جانے پر مجبور نہ ہوں اور آدھے آدھے گھنٹہ کے لیکچر دینے والوں کو اس طرح بھگتا دیا جائے۔ کہ وہ مہمانوں کی نیام گاہوں میں بعد روزانہ اختتام اجلاس کے رات کو جا کر لیکچر دیا کریں ایسا ہی مسجد نور اور اقصےٰ و مبارک میں خارج از اوقات جلسہ پر سب لیکچرار باری باری اپنے وعظ سنایا کریں جلسہ گاہ کے لئے نصف گھنٹہ نہایت ہی تاموزون ہے۔

جلسہ گاہ کے قریب دکانوں کا ہونا بھی نہایت نامناسب ہے اور یہ مذہبی اجتماع ایک قسم کے میلہ کی صورت اختیار کرتا جاتا ہے۔ میرے خیال میں بیرونِ قصبہ میں صرف دو دکانیں چا بسکٹ وغیرہ کی ہوں۔ باقی سب قسم کی دکانیں بند کر دیں۔ اور یہ دونو دکانیں بھی صبح ۹ بجے تک اور پھر ۵ بجے شام سے ۱۰ بجے شب تک کھلی رہیں ۹ سے ۵ بجے کے درمیان بند کر دی جائیں باقی جو بیرون جات سے دکاندار آتے ہیں۔ ان کو ایک دو دن جلسہ ختم ہونے کے بعد شہر میں دکان لگانے کی اجازت دی جائے۔ ایام جلسہ میں کوئی دکان ایسی نہ ہونی چاہئے۔ ان دکانوں کی خوشبو بھی لوگوں کو جلسہ گاہ میں بیٹھنے نہیں دیتی۔ اور ہر وقت بازار میں اس لئے میلا لگا رہتا ہے۔ خواہ ہزار کوشش کرو لوگ بازار سے نکلتے ہی نہیں۔ اور روپیہ بھی خراب اشیاء خوردنی پر بہت خرچ ہو جاتا ہے۔ اور جو مٹھائی وغیرہ خوردنی اشیاء ان دکانوں پر فروخت ہوتی ہیں بہت ہی گراں اور مضرت رساں۔ صحت کو خراب کر دیتی ہیں۔ جن کو روکنا ایک جھگڑے کا موجب ہوتا ہے۔

بورڈنگ ہائی سکول کے پیچھے قابل فروخت زمین

تعلیم الاسلام ہائی سکول کے پیچھے جانب مغرب برلب سڑک ایک دوست اراضی فروخت کرتے ہیں۔ خوب موقعہ زمین ہے۔ ریل کی آمد و رفت سامنے سے ہوتی ہے۔ حاجتمند احباب جلد خرید لیں۔ ایک کنال سے کم کا قطعہ نہ دیا جائیگا۔ قیمت پچیس ۲۵ اور تیس ۳۰ روپیہ مرلہ ہے اس میں کمی بیشی نہ ہوگی۔ جملہ خط و کتابت بتہ ذیل سے کریں۔ قیمت نقد لی جائے گی ؛

ایڈیٹر فاروق قادیان ضلع گورداسپور
پنجاب